

لی نظام پر بھی کر دیا جاتا ہے تاہم عام اصطلاح میں مرکزی خزانہ کے محفوظ مقام پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

"اسلامی ریاست اپنی مالیاتی پالیسی کو بروئے کار لانے کے لیے اور اس کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے سرکاری خزانہ قائم کرتی ہے اور سرکاری خزانہ کے محفوظ مقام کو "بیت المال" کہتے ہیں۔ "بیت المال" کا لفظ اسلامی ریاست کے پورے نظام مالیات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔"

"Baitul Mall means treasurer, especially that of State and is applied not to the actual building in which the financial business of the State is trasacted but also in a figurative sense to the national exchequer or fiscus"

بیت المال کے بارے میں اسلام کا قطعی فیصلہ ہے کہ وہ اللہ اور مسلمانوں کا مال ہے اور کسی شخص کو اس پر ماکانہ تصرف کا حق نہیں ہے۔ مسلمانوں کے تمام امور کی طرح بیت المال کا انتظام بھی قوم کے نمائندوں کے مشورے کے مطابق ہونا چاہیے۔۔۔ مسلمانوں کو اس پر محاسبہ کا پورا حق ہے۔ گیارہ تاریخ و ارتقار: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المال کا باقاعدہ وجود نہیں تھا۔ اس کا قیام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا: علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: "اسلام میں فاروق اعظم سے پہلے نہ تو اس قدر کثیر رقم آتی تھی کہ جس کے رکھنے کے لیے بیت المال "یا خزانہ بنایا جاتا اور نہ اس کی ایجاد ہوئی۔ رسول اللہ کے زمانے میں جو رقمیں آتی تھیں وہ کل

۱۲۰ لہ اسلام کا اقتصادی نظام (دینی کتب خانہ، لاہور، ۱۳۶۱ھ) ص ۱۲۰

۱۹۶ لہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۶۱ء) ۵/ ۱۹۶

نور محمد غفاری: اسلام کا نظام مالیات، ص ۴۰

۱۹۷ لہ Encyclopedia of Islam, Vol. I, P. 598

۱۹۸ لہ مودودی، معاشیات اسلام (لاہور، ۱۹۶۵ء) ص ۳۶۱۔

ایک ہی نشست میں تقسیم کر دی جاتی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں بھی اس کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ جو مال آتا اس کو تقسیم کر دیا جاتا۔ ۱۵ھ میں یا اس کے قریب "بیت المال" کی ابتدا یوں ہوئی کہ بحرین سے پورے سال کا خرچ پانچ لاکھ درہم آیا۔ حضرت عمرؓ نے اس رقم کثیر کی بابت مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ نے تجویز دی کہ اس کو ایک سال کے اندر تقسیم کر دی جائے۔ حضرت عثمانؓ نے اس کی مخالفت کی ولید بن ہشام نے بتایا کہ شام کے یہاں خزانہ اور دفتر جدا جدا محکمہ دیکھا ہے حضرت عمرؓ نے اس تجویز کو پسند کیا اور "بیت المال" کی بنیاد ڈالی اور سب سے پہلے مدینہ منورہ میں "بیت المال" قائم ہوا اور اس کی نگرانی کے لیے عبداللہ بن ارقم کو منتخب کیا جو ایک معزز صحابی تھے۔ اور حساب و کتاب میں کمال مہارت رکھتے تھے۔

اس کے علاوہ اور صوبوں اور صدر مقاموں میں "بیت المال" قائم کیے اور اس کے خیر بردار گنہ مقرر فرمائے۔ مدینہ کے علاوہ اور صوبہ جات اور اضلاع کو یہ ہدایت تھی کہ وہاں کے ضروری مصارف کے لیے رقم نکال کر بقیہ جس قدر ہو سال تمام ہونے پر مدینہ منورہ کے "بیت المال" میں بھیج دیا کریں۔ چنانچہ عمر بن العاص کو ایک فرمان جاری کیا تھا جس کے الفاظ تھے۔

"فاذ احصل اليك وجهته اخرجت منه عطاء المسلمين

وما يحتاج اليه مما لا بد منه ثم انظر فما فضل بعد ذلك فاحمله الي"

ترجمہ: "تمھ کو کل مالیہ وصول ہو جائے تو ان کو جمع کر لے اس میں سے مسلمانوں کے ضروری وظائف اور ضروریات نکال لے اس کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ میرے پاس بھیج دے"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ "بیت المال" کی عمارت تعمیر کروائی تھے

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت ابو بکر صدیقؓ نے "بیت المال" قائم کیا تھا۔

۱۔ تازیخ ابن خلدون، ترجمہ حکیم احمد حسین (دواخانہ پریس، الہ آباد، ۱۳۳۸ھ) ۱۴۷/۲-۱۴۸
۲۔ شبلی نعمانی: الفاروق، ص ۴۳

لیکن عموماً غالی رہتا تھا۔ حضرت عمرؓ جب خلیفہ بنے تو انہوں نے "بیت المال" کو خالی پایا۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں "بیت المال" کے سلسلے میں ایسا کوئی واقعہ
پیش نہیں آیا جس سے یہ ظاہر ہو سکے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے الگ کوئی طریقہ
اختیار کیا ہو بلکہ حضرت عمرؓ کے نظام "بیت المال" کو قائم رکھا۔ بے شک حضرت عثمانؓ کے دور میں
"بیت المال" کی آمدنی بڑھ گئی۔

حضرت علیؓ نے بھی "بیت المال" کی حفاظت میں حضرت عمرؓ کی طرح اہتمام کیا۔ آپ کے
چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباس نے بصرہ کے "بیت المال" سے دس ہزار کی رقم لے لی
تھی۔ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو وہ رقم اُن سے واپس کروا دیا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافعہ "بیت المال" کے نگران تھے ایک دفعہ انہوں نے
"بیت المال" سے ایک موتی اپنی لڑکی کو پہنا دیا تو حضرت علیؓ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ جب
فاطمہؓ کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی تو میرے پاس مینڈھے کی ایک کھال تھی جس پر رات کو سوتا
تھا اور دن کو اس پر مویشی کو چارہ دیتا تھا ایک خادم تک میرے پاس نہ تھا۔
خلافت راشدہ کے دور حکومت میں "بیت المال" کی آمدنی تسلی بخش تھی صرف سواد اور
کوفہ کا خراج حضرت عمرؓ کے آخری عہد میں ایک کروڑ درہم تھا۔ آمدنی خرچ سے بڑھ گئی
تھی۔ ہر طرف سادگی تھی۔ تنخواہوں میں اعتدال تھا۔ خلفاء خود ان کے امراء "بیت المال"
سے کم فائدہ اٹھاتے تھے۔

اموی دور میں بھی "بیت المال" کا تعلق اسی نہج پر رہا جس طرح کہ حضرت عمر فاروقؓ مقرر
کر گئے تھے۔ کوئی قابل ذکر تبدیلی کا ذکر نہیں ملتا صرف خلیفہ عبد الملک بن مروان نے کچھ

۱۔ شبلی نعمانی : الفاروق ، ص ۴۱ ، ابن سعد : الطبقات الکبریٰ ، ۱۵۲/۳

۲۔ الطبری ، ۲۸۰۴ ، الفاروق ، ص ۴۳

۳۔ یعقوبی ، ۲۳۷/۲

۴۔ ابن الاثیر : ۵۹/۳ (تاریخ) / معین الدین ندوی : تاریخ اسلام ، ص ۲۹۵-۲۹۶

مالی اصلاحات کی تھیں۔ جن کا ذکر قاضی ابویوسف رحمہ اللہ نے کیا ہے ؛
 ”عبد الملک بن مروان کمران ہوئے تو انہوں نے لوگوں کے محاصل کے بارے میں
 از سر نو جائزہ لیا اور محنت کرنے والوں کے لئے مناسب حیثیت میں معاوضہ
 کا انتظام کر دیا،“ ۱

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے بیت المال کے مصارف میں کافی اصلاحات کیں
 ملک میں جتنے مجبور اور معذور اشخاص تھے، سب کے نام درج رجسٹر کر کے ان کا وظیفہ مقرر
 کیا، اگر اس میں کسی عامل سے ذرا بھی غفلت ہوتی تھی تو سخت تنبیہ کرتے تھے بلکہ وہ قرض دار
 جو ناداری کی وجہ سے قرض ادا نہ کر سکتے تھے ان کے قرض کی ادائیگی کی مدد قائم کی ۲
 شیعہ خواربچوں کے لئے وظائف مقرر کئے بلکہ ایک عام ننگر خانہ قائم کیا جس سے فقراء اور
 مساکین کو کھانا ملتا تھا ۳

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی ڈھائی سال کی خلافت میں لوگ اتنے خوشحال ہوئے تھے کہ کوئی
 شخص ”بیت المال“ سے صدقہ ”زکوٰۃ“ لینے کے لئے تیار نہ تھے ۴
 عباسی دور میں مالی نظام کم و بیش وہی رہا۔ آمدنی کا سب سے بڑا حصہ خراج تھا۔ بعد کے
 ادوار آمدنی کے اہم ذرائع خراج اور غیر شرعی ٹیکس رہے ہیں۔ علاؤ الدین خلجی نے خراج مقاسمہ
 کا طریقہ رائج کیا ۵

- ۱۔ ابویوسف : کتاب الخراج ، ص ۴۱
- ۲۔ ابن حجر عسقلانی : الاصابۃ فی تمییز الصحابة ، ۵/۸۰
- ۳۔ ابن سعد : الطبقات الکبری ، ۵/۲۵۵
- ۴۔ ابن سعد : الطبقات الکبری ، ۵/۲۵۷
- ۵۔ ابن سعد : الطبقات الکبری ، ۵/۲۵۵
- ۶۔ سیرت عمر بن عبد العزیز ، ص ۸۵
- ۷۔ مفتی محمد شفیع : اسلام کا نظام اراضی ، ص ۷۸

آج کل تمام اسلامی ممالک (إلا ما شاء الله) میں بیت المال کا نظام تقریباً ناپید ہو چکا ہے۔
اس نظام کو از سر نو نافذ العمل کرنے کی ضرورت ہے۔

بیت المال کے ذرائع آمدنی

العشر - الخراج - الجزية - الفتي - الزكاة - الخمس - العشر - الوقف - اموال فاضله
مزید محاصل (عارضی ٹیکس) ان کی تفصیل یوں ہے۔

۱۔ العشر | عشر می زمین وہ ہے جس کے باشندے اپنی مرضی سے اسلام قبول
کریں یا فوج کشی کے ذریعے غیر مسلموں کا علاقہ فتح ہو جائے اور وہ زمین
مسلمانوں (فاتحین) میں تقسیم کی جائے یا وہ زمین (ہجر) جس کو مسلمان آباد کر لے۔
اگر ندی نالہ اور تالاب سے سیراب شدہ زمین ہے تو اس کی پیداوار پر نصف عشر (بیسواں)
زکاة فرض ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ) انعام: ۱۴۱
ترجمہ: جس دن کٹیں (یا توڑے جائیں) ان کا حق ادا کرو۔

اور حدیث نبوی ہے:

فِيهَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعَشْرَ وَفِيهَا سَقَى النَّضْحُ نِصْفَ الْعَشْرِ
جس کا ترجمہ اوپر کیا گیا ہے۔

۲۔ الخراج | خراجی زمین وہ ہے جس پر مسلمان قوت (فوج کشی) کے ذریعے
قابض ہو جائے اور زمین مفتوح غیر مسلموں کے پاس رکھ چھوڑے اور

۱۔ السید سابق: (فتحة السنة)

(دارالکتب، بیروت، ۱۴۰۵ھ) ۱/ ۳۵۵

دبلیو یوسف: کتاب الخراج (ادارہ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ) ص ۶۹

۲۔ الجامع الصحیح للبخاری، (نور محمد - کراچی) ۱/ ۲۰۱

اس پر خاص ٹیکس مقرر کرے جو وہ ادا کریں گے
سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایران، عراق اور مصر کی زمینوں کو خراجی قرار
دیا بعد ازاں بہت سے دوسرے علاقے فتح ہوئے تو ان کی بعض زمینیں خراجی قرار پائیں گے
جو زمینیں ایک دفعہ خراجی قرار دے دی جائیں ان پر ہمیشہ خراج ہی حائد ہوگا خواہ بعد ازاں
وہاں کے باشندے اسلام قبول کر لیں یا وہ زمینیں مسلمان خرید لیں۔

۳۱ الجزیہ | ذیموں سے ان کی جان و مال کی حفاظت کا ایک ٹیکس وصول کیا جاتا
ہے اس کو جزیہ کہتے ہیں۔ جزیہ فوجی خدمت سے استثنائے سبب اور
جان و مال کے تحفظ کے لیے وصول کیا جاتا ہے۔ اگر ذمی غیر مسلم بھی فوجی خدمت کے لیے آمادہ
ہوں اور ریاست اس پر اعتماد کر سکتی ہو تو ان کو جزیہ سے بری کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح بوڑھے،
مسکین اور غریب اور وہ اندھے، ننگے اور اپاہج بھی جزیہ سے مستثنیٰ ہیں جو مال نہیں رکھتے گے
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمانوں کو جہاد کے لیے روانہ فرماتے تو غیر مسلموں کے سامنے
تین شرط رکھنے کا حکم دیتے تھے:

(۱) قبول اسلام کی دعوت (د) جزیہ کی ادائیگی (ج) آخری بات جہاد (قتال) آئے
جو مال جنگ بندی کے بعد اور اس ملک کے اسلامی ملک بننے کے بعد
۳۲ الفی | ان مفتوح لوگوں سے حاصل ہو وہ فتنے ہیں۔ یعنی بغیر جنگ (قتال) کے حاصل
ہو جائے۔ یہ مال سارے کا سارا بیت المال کا حصہ ہے۔ اس میں خمس (۱/۵) ہی نکالا جائیگا۔

۱۔ السید سابق : فقہ السنۃ ، ۱/۳۵۵

۲۔ ابو عبید : کتاب الاموال (دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۵ھ) ص ۹۳-۹۴، ۶۹

۳۔ مودودی : مسئلہ ملکیت زمین ، ص ۳۳-۳۷

۴۔ الشوکانی : نیل الاوطار ، ۸/۶۳/۱/۲۳۱/۲۳۲ : احسن اصلاحی :

۵۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق ، ص ۳۷

۶۔ ابن قدامتہ : المغنی (مکتبہ ریاض، ۱۹۷۱ء) ۸/۴۹۶

اور یہی نوعیت اس مال کی بھی ہے جو جنگ شروع ہونے سے پہلے دشمن سے مل جائے۔ صلح کے نتیجے میں مفتوح ملک سے حاصل ہونے والا مال بھی فنی میں شامل ہے بلکہ

۵۔ الزکاة | بشرطیکہ وہ صاحب نصاب ہونا بالغ بچوں، مجنوں افراد کے مال میں زکاة کے قائلین سے اکثر علماء ہیں یعنی جمہور۔ احناف کے نزدیک نابالغ بچوں اور مجنوں افراد کی مملوکہ زمین کی پیداوار میں زکاة ہے لیکن موسیقی، نقد اور مال تجارت میں زکاة نہیں۔ راجح بات یہ ہے کہ ان کے مال پر زکاة فرض ہے بلکہ

مختلف اموال پر زکاة کی شرح | چاندی کا نصاب بالاتفاق دو سو درہم ہے درم کے وزن میں علماء کا اختلاف ہے پاکستان و ہندوستان میں عام طور پر زکاة کا نصاب $\frac{1}{4}$ ۵۲۱۶ تولہ یا ۳۱۲۶ گرام کے برابر ہوتے تھے سونے کی وہ کم از کم مقدار جس کے مالک سے زکاة وصول کی جائے گا۔ اکثر فقہاء کے نزدیک بیس دینار ہے۔ پاکستان و ہندوستان میں مشہور نصاب $\frac{1}{4}$ ۷۷۰ تولہ یا ۸۷ گرام ہے۔ یہ زیادہ مناسب راجح مسئلہ یہ ہے کہ سونے کو معیار بنانے کے بجائے چاندی کو معیار مقرر کیا جائے۔ اس بات کی تائید ابو سعود کا سانی (حنفی) نے کی ہے۔ سونے اور چاندی کی شرح زکاة $\frac{1}{4}$ فیصد سالانہ ہے۔ جیسے یہی شرح نقد سرمایہ کے لیے بھی ہے۔

۱۔ المادردی : الأحکام السلطانیہ (المکتبۃ التوفیقیۃ مصر) ص ۱۴۳ - ۱۴۵

ابو عبید : کتاب الاسوال ، ص ۲۷۱ و ما بعدھا

۲۔ ابو عبید : کتاب الاسوال ، ص ۵۵۲ - ۵۵۳

۳۔ ابن رشد : بدایۃ المجتہد ، ۱/ ۲۵۵

محمد نجات اللہ صدیقی : اسلام کا نظریہ ملکیت ، ۲/ ۲۳ - ۲۴

۴۔ ایضاً مذکورہ مراجع

۵۔ بدائع الصنائع ، ۲/ ۱۸

مال تجارت : ان پر بھی تمام فقہاء (اہل ظاہر کے علاوہ) کے نزدیک زکاة فرض ہے بشرطیکہ سامان تجارت کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کے برابر ہو۔

تجارتی مال پر زکاة عائد کرنے کی حکمت تاجروں کو احتکار اور اکتناز (ذخیرہ اندوزی وغیرہ) سے روکنا ہے اور مصنوعی قلت اور قیمتوں کے چڑھناؤ پر قابو پانا ہے

موشیوں پر زکاة : موشیوں پر زکاة کی فرضیت کے لئے درج ذیل شرائط ہیں :

(۱) جانور جنگل میں چرنے والے ہوں (سال کا بیشتر حصہ)

(ب) ان جانوروں کو خاص شخص کی ملکیت میں رہتے ہوئے پورا سال گزر جائے درمیان

سال میں نصاب میں کمی نہ آئے بلکہ

اونٹ کا نصاب پانچ ۱۵، گائے بیل اور بھینس کا تیس (۳۰)۔ بھیڑ، بکری اور دنبہ کا

چالیس (۴۰) ہے۔

نقد (بنک نوٹ) : نقد روپیہ وغیرہ پر اس صورت میں زکاة فرض ہوگی اگر وہ اتنی ہو کہ

چاندی کا نصاب یعنی ۵۲۶ تو لے یا ۴۱۲ گرام چاندی خرید کے اور یہ نقدی سال کے دونوں طرف پائی جائے۔

اسلام کے نظام مالیات میں خمس ۱/۵ مندرجہ ذیل اموال پر ہے۔

۱۔ الخمس

(۱) مال غنیمت کا ۱/۵ (ب) دینیوں کے مال کا ۱/۵

(ج) کانوں سے نکلے ہوئے سونے اور چاندی کا ۱/۵۔ یہ خمس بیت المال کا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

۱۔ الماوردی : الاحکام السلطانیہ ، ص ۱۲۸ / ابو نعیمہ : کتاب الاموال ، ص ۵۲۳

۲۔ الماوردی : الاحکام السلطانیہ ، ص ۱۳۱

۳۔ البحریری : الفقہ علی المذاهب الاربعہ (مصر) ۵۹۶/۱ - ۵۹۷

۴۔ ۶۰۵/۱

۵۔ غفاری : اسلام کا نظام مالیات ، ص ۷۵ - ۷۶

۹۔ اموال فاضلہ | اس میں بیت المال کے متفرق آمدنیاں شامل ہیں۔ مثلاً اگر کسی مسلمان یا ذمی کا انتقال ہو جائے اور وہ لاوارث ہو تو اس کا مال "بیت المال" حق ہے۔ اسی طرح کوئی مرتد ہو جائے (العیاذ باللہ) تو اس کا تمام مال ضبط ہو کر بیت المال کی ملکیت ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ مزید محاصل (عارضی ٹیکس) | طریقوں سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اولاً یہ کہ شرعی محاصل سے ہونے والی آمدنی ریاست کے بنیادی فرائض، دفاع، جہاد، تعلیم و تربیت، دعوت اسلام، تبلیغ (امر بالمعروف، نہی عن المنکر)، قیام عدل، اور کفالت عامہ کے لیے ناکافی ہو۔ ثانیاً، اسلامی ریاست کو ملک کے معاشی تعمیر و ترقی اور خود اپنے مصارف حکمرانی پورے کرنے کے لیے مزید مال کی ضرورت ہو۔ اس لیے کہ عشر و زکوٰۃ کی آمدنی کو مصارف حکمرانی پر نہیں خرچ کیا جاسکتا۔

ثالثاً، اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرہ کے اندر ہر آدمی کی کفالت کا انتظام کرے اور معاشی ناہمواری دور کرنے کے انتظامات کرے۔ اس سلسلہ میں ابن حزم کا موقف ہے :
 ”ہر ملک کے مال دار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے غریبوں کی کفالت کریں اگر زکوٰۃ کی آمدنی اور سارے مسلمانوں کی فتنے اس کے لیے کافی نہ ہو تو سلطان ان کو ایسا کرنے پر مجبور کرے گا۔ ان غریبوں کے لیے اتنے مال کا انتظام کیا جائے گا جس سے کہ وہ بقدر ضرورت غذا حاصل کر سکیں اور اس طرح جاڑے اور گرمی کا لباس، اور ایک ایسا مکان جو انہیں بارش، گرمی، دھوپ اور راہ گیروں کی نظروں کی سے محفوظ رکھ سکے“۔
 اس موقف کے مؤیدین میں اور بھی حضرات ہیں۔

۱۔ عبد الوہاب خلاف : السياسة الشرعية (دارالاحصار، قاہرہ، ۱۳۹۷ھ) ص ۱۲۸

الحديث ورد في سنن البوداد، ص ۳۰۲

۲۔ ابن حزم : المحلى، ۶ / ۱۵۶ - شاطبي : الاعتصام (مصر، ۱۹۱۳ء)

مزید دیکھئے ۲۹۵/۲ - ۲۹۸

بیت المال کے اخراجات (مصارف) ہم مصارف کو چار شعبوں میں کرتے ہیں:

پہلا شعبہ : غنائم، کنز اور رکاز کے خمس اور صدقات پر مشتمل ہے۔
دوسرا شعبہ : زکوٰۃ، عشر اور مسلمان تاجروں سے حاصل شدہ تجارتی محصول (عشور) سے تعلق رکھتا ہے۔

تیسرا شعبہ : خراج، جزیہ، غیر مسلم تجارت سے وصول شدہ عشور، کراء الارض غیر مسلموں سے تحائف اور ضرائب و نواب (ہنگامی ٹیکس) پر مشتمل ہے۔
چوتھا شعبہ : اموال فاضلہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ان چاروں شعبوں کا اجمالی تعارف :

۱۔ پہلے اور دوسرے شعبے کے مصارف کو قرآن مجید نے خود متعین کیا ہے جن کو "مصارف ثمانیہ" کہا جاتا ہے۔

۲۔ تیسرے شعبے کے مصارف ہر قسم کے وظائف اور شعبہ ہائے حکومت کے نظم و نسق اور انتظام انصرام کے اخراجات پر مشتمل ہیں۔

۳۔ چوتھے شعبے کے مصارف رفاه عامہ اور فلاح کے دیگر تمام کام ہیں لے
اگر کبھی ایک شعبہ کے مصارف بڑھ جائیں اور دوسرے شعبہ میں پخت ہو تو اس مد سے
نیا جاسکتا ہے علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں :

"وعلى الامام ان يجعل لكل نوع بيتا يختصه ، وله ان يستقرض
من أحدھا ليصرفه للأخر" لے

ترجمہ : امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر نوع کیلئے ایک خاص شعبہ بنائے اور اس کو
ایک شعبہ سے قرض لے کر دوسرے پر خرچ کرنے کا اختیار ہے۔

لے ابن عابدین : رد المحتار (مبئی ، ۱۳۰۹ھ) ۲/۳۸۹ - ۳۸۹

لے : رد المحتار . ۲/۳۸۹

ایک شعبہ کی آمدنی کو دوسرے پر خرچ نہیں کیا جاسکتا جیسے ابو یوسفؒ فرماتے ہیں :

”ولا یبغی لامان ان یجمع مال الخراج الی الصدقات والعشر لأن الخراج
فی لجميع المسلمین والصدقات لمن سهم الله عز وجل فی کتابہ“^۱

ترجمہ : اور امام کو نہیں چاہیے کہ خراج کو صدقات اور عشر کے ساتھ ملائے کیونکہ خراج
سب مسلمانوں کے مشترک آمدنی ہے اور زکوٰۃ اور عشر متعین افراد کے لیے ہیں جن کا
ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

ان شعبہ جات کے مصارف کی تفصیل :

پہلے اور دوسرے شعبہ کے مصارف : ان دونوں کے شعبوں کے مصارف ایک ہی ہیں جنہیں
مصارف ثمانیہ کہا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسہ وللرسول ولذی
القربی والیتامی والمسلکین وابن السبیل ان کنتم آمنتم بالله وما
انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان واللہ علی کل شیء قلیل^۲

ترجمہ : جان لو کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے سوائے اللہ کے واسطے اس میں پانچواں حصہ
اور رسول کے واسطے اور ان کے قرابت والوں کے واسطے اور یتیموں اور محتاجوں اور
مسافروں کے واسطے، اگر تم کو یقین ہے اللہ پر (اُریۃ)۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے :

”انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ
قلوبہم وفي الرقاب والغارمین وفي سبیل اللہ وابن السبیل فريضة
من اللہ واللہ علیم حکیم“^۳

۱۔ کتاب الخراج ، ص ۸۰

۲۔ الانفال : ۴۱

۳۔ التوبۃ : ۶۰

ترجمہ: زکاۃ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکاۃ کے کام کرنے والوں کا اور جن کا دل پر جانا مقصود ہو اور گردنوں کے چھڑانے کے لیے (یعنی قیدیوں اور غلاموں کی رستگاری کے لیے) اور ان کے لیے جو تانوان کے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں اور اللہ کے راستے میں (جہاد کرنے والوں کے لیے) اور مسافروں کے لیے یہ مقرر ہے۔ اللہ کی جانب سے اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

مصارف ثمانیہ کی تفصیلات :

۲۰۱۔ فقراء و مساکین : مصارف زکاۃ میں سب سے اہم حصہ ان دونوں کے لیے ہے اور انہی کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کا ذکر پہلے ہوا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کوئی بھی معاشرہ ان فقراء و مساکین سے خالی نہیں ہے فقراء وہ لوگ ہیں جو اپنی گذر بسر کے لیے دوسروں کی مدد کے محتاج ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نصاب سے کم مال رکھتے ہیں۔

مسکین : لفظ مسکین کے اندر وہ تمام اشخاص شامل ہیں جنہیں بڑھاپے یا بیماری یا غیر معمولی حالات نے بالکل ناکارہ اور نکما کر دیا ہو اور وہ اپنی روزی خود نہ کما سکیں۔ امام راغب الاصفہانی کے نزدیک المسکین من لاشئ لہ (یعنی جس کے پاس کچھ نہ ہو) اور یہ فقیر سے اہل ہے یعنی نسبت فقیر کے مسکین زیادہ ناوار ہوتا ہے۔

اور بعض فقہاء کے نزدیک مسکین سے فقیر زیادہ تنگدست ہوتا ہے۔ مسکین اور فقراء کے لیے صرف ایک سال یا ایک ماہ کے لیے زکاۃ نہیں دی جائیگی بلکہ ان کے لیے مستقل طور پر زکاۃ دی جائیگی یہاں تک ان سے تنگدستی دور ہو جائے اور صاحب نصاب ہو جائیں اور ضروریات زندگی کے حصول میں رکاوٹیں دور ہو جائیں۔ ابو عبیدہ نے اس اعرابی کا واقعہ بیان کیا ہے جس نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر محمد بن مسلمہ کی شکایت کی کہ انہوں نے مال زکاۃ سے ان

۱۔ ابراہیم عثمان : نظام مصرف الزکاۃ (الریاض، ۱۴۰۲ھ) ص ۷۴

۲۔ مفردات القرآن، ص ۴۳۴ اردو ترجمہ والحملی، ۱۴۸/۶

خلاف : السیاسة الشرعية، ص ۱۳۰

کو محروم رکھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہ کی گرفت کی اور انہوں نے بھی افسوس اور اظہارِ ندامت کیا چھ اس مستحق کو اس کا حق ادا کیا جائے

اسلام نے چودہ سو سال پہلے ہی اسلامی ریاست کے بجٹ میں بے روزگاروں، معذوروں اور غرباء و مساکین کی امداد اور بجالی کے لیے ایک خاص مستقل حصہ مختص کر دیا جبکہ انگلستان میں امداد و عیال کا قانون ۱۶۰۱ء میں پاس کیا گیا۔

عالمین علیہا : سے مراد وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے وصول کرنے، محفوظ رکھنے تقسیم کرنے، اور اس کا حساب و کتاب رکھنے کا کام کرتے ہوں۔ گویا یہ لوگ یہ حصہ بطور حق خدمت لیتے ہیں نہ کہ حصہ بطور حقدار کے ہے

مؤلفۃ القلوب : سے مراد وہ لوگ ہیں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوں اور ان کو اسلام سے وابستہ رکھنے کے لیے مال دیا جائے۔ اور غیر مسلم کو اسلام سے مانوس کرنے اور اس میں داخل ہونے پر آمادہ کرنے کے لیے مال دیا جائے۔ یا اس لیے مال دیا جائے تاکہ ان کی قوم میں جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں ان کی دشمنی نہ کریں۔ فی الجملۃ اسلامی ریاست کے مفاد کی ترویج کے لیے بھی مال دینا اس مذک کے تحت آتا ہے

فی الرقاب : سے مراد غلاموں کو آزاد کرنا بھی ہے اور مکاتب غلام بھی مراد لیا گیا ہے کیونکہ مال زکوٰۃ کے وہی مستحق ہوتے ہیں جو مسلمان قیدی دشمن کے پاس ہوں ان کا فدیہ زکوٰۃ سے دے

۱۔ ابو عبیدہ : کتاب الأموال (المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر، ۱۳۴۷ھ) ص ۵۹۹

القرضادی : فقہ الزکوٰۃ ، ۵۷۸/۲

۲۔ الجامع لأحكام القرآن للقرطبی ، ۱۷۸/۸ ، الماوردی : الأحکام

السلطانیہ ، ص ۱۱۸ و ما بعدھا ، البویلی : الأحکام السلطانیہ ، ص ۱۱۶

۳۔ ابن العربی : احکام القرآن (دار احیاء المکتب العربیہ ، ۱۳۷۶ھ) ۲/۹۵۰

ابن تیمیہ : سیاست الشرعیۃ ، ص ۵۰-۵۳ ، المحلی ، ۱۴۹/۶

النووی : المجموع ، ۲۰۷/۶

کر آزاد کرانا بھی اس کے تحت آتا ہے بلکہ
احناف کے نزدیک زکوٰۃ کی مد سے صرف مکاتب غلام کو دیا جاسکتا ہے۔ غلام خرید کر آزاد نہیں
کیا جاسکتا ہے

الغارمین : سے مراد قرض یا تاوان کے بارے دے ہوئے ایسے افراد ہیں جو اگر اپنا قرض پورا
ادا کریں تو صاحب نصاب نہ رہ جائیں۔ غارم کا لفظ ان تمام مقروضوں کو شامل ہے جو اپنے ذاتی
جائز ضروریات یا مسلمانوں کے مصالح عامہ کے لیے قرض لیتے ہیں۔
فی سبیل اللہ : سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ خواہ وہ تلوار سے ہو یا قلم و زبان سے یا ہاتھ
پاؤں کی محنت سے اور دوڑ دھوپ سے، سلف میں سے کسی نے بھی اس لفظ کو رفاہ عامہ کے
معنی میں نہیں لیا ہے۔ ان کے نزدیک بالاتفاق اس کا مفہوم ان مساعی تک محدود ہے جو اللہ کے
دین کو قائم کرنے اس کی اشاعت کرنے اور اسلامی مملکت کا دفاع کرنے کیلئے کی جائیں۔
ابن اسبیل : یعنی مسافر، خواہ وہ اپنے گھر میں مالدار ہو۔ لیکن حالت سفر میں ہونے کی وجہ سے مدد
کا محتاج ہو۔ گھر تک پہنچنے اور ضروریات کی حد تک زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

تیسرے شعبہ کے اخراجات : اس شعبہ کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں :

(۹) پہلا حصہ : مسلح افواج کی تنخواہیں اسی مد سے دی جائے گی جتنی تنخواہوں کے

- ۱۔ الاصفہانی : مفردات القرآن ، ص ۶۴۳ (اردو ترجمہ)
- ۲۔ البوعبید : کتاب الاموال ، ص ۲۳۳ ، ابن العربی ، ۲/ ۹۵۵ (احکام القرآن)
- ۳۔ جصاص : احکام القرآن ، ۳/ ۱۲۴
- ۴۔ مفردات القرآن ، ص ۶۶۳ ، الماوردی : الاحکام السلطانیہ ، ص ۱۲۰
- ۵۔ الاحکام السلطانیہ ، ص ۱۲۰ ، کتاب الاموال ، ص ۲۶
- ۶۔ کتاب الاموال ، ص ۲۶-۲۷ ، الطبری : تفسیر جامع البیان ، ۱۳/ ۳۲۰
- ۷۔ ابن سعد : الطبقات الکبریٰ ، ۳/ ۲۱۷ ، الماوردی : الاحکام السلطانیہ ، ص ۲۳۰

(ج) اسلامی ریاست کے وہ افزا جو دین کی ترویج و تبلیغ کے لیے اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں ان کے اہل و عیال کی کفالت کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر عائد ہوتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس ادارہ پر خصوصی توجہ دی اور معلمین و مبلغین کے لیے مشاہرے مقرر کیے۔ ”ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان كانا يرزقان الموزنين والأئمة والمعلمين“، لہٰذا یعنی حضرت عمرؓ اور عثمانؓ دونوں موزنوں، اماموں اور اساتذہ کو وظائف دیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعلیم و تدریس قرآن پر مشاہرے مقرر کروائے تھے۔ ”ان عمر بن الخطاب كتب الى بعض عماله ان اعط الناس على تعلم القرآن“، لہٰذا حضرت عمرؓ نے اپنے بعض عاملین (گورنرز) کو یہ حکم بھیجا کہ قرآن کی تعلیم پر مشاہرے دیئے جائیں۔ اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بھی معلمین کے لیے مشاہرے مقرر کیے تھے جسے اسی طرح طلبہ کے لیے بھی وظیفے مقرر کئے جاتے تھے۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے ادوار میں بھی یہ شعبہ کام کرتا رہا۔ آج بھی اس شعبہ کو باقاعدہ اور منظم کرنے کی ضرورت ہے۔

چوتھے شعبہ کے مصارف بیت المال کا چوتھا شعبہ (جس کے ذرائع آمدنی اموال

- | | | |
|-----------|-----------------------------------|----|
| ١٨/٣ | السرخسي : المبسوط ، | ١٨ |
| ١٨٦ - ١٨٧ | ابو يوسف : كتاب الخراج ، | ١٩ |
| ١٦٥ | ابن الجوزي : سيرة عمر بن الخطاب ، | ٢٠ |
| ٣٣٣ | ابو عبيد : كتاب الأموال ، | ٢١ |
| ٣٣٣ - ٣٣٣ | ، ، ، | ٢٢ |

فاضلہ اور کفالت عامہ کے ٹیکس ہیں، غریب، مساکین، معذورین، یتامی، بیوگان اور محرم المعشیت کی معاشی کفالت سے تعلق رکھتا ہے۔

اگر مال زکاة کافی نہ ہو تو اس صورت میں اصحاب ثروت پر فاضل ٹیکس عائد کر کے غریبوں کی کفالت کرنا ضروری ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (ان فی المال حقاً سوى الزکاة) لے مزید انفاق کی ذمہ داری کا تعلق اسی حصہ پر ہے جو آدمی کی اپنی ضروریات سے زائد ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو) لے ترجمہ: اور یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کتنا انفاق کریں۔ کہئے جو کچھ اپنی ضروریات سے زائد ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

”ان الله تعالى فرض على الأغنياء في أموالهم بقدر ما يكفي فقرائهم، فإن جاعوا أو عروا وجهدهم وأقمنهم الأغنياء وحق على الله تعالى أن يحاسبهم يوم القيامة، ويعذب بهم عليهم“ لے

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مال داروں پر ان کے مال میں اتنا حصہ فرض کیا ہے جو غریبوں کے لیے کافی ہو۔ اب اگر یہ لوگ بھوکے، تنگے یا مشقت میں مبتلا ہوں تو اس کا سبب یہی ہو سکتا ہے کہ مال دار ان کا حق نہ دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ضرور ان مالداروں سے محاسبہ کرے گا اور سزا دے گا۔

ابن خزم نے لکھا ہے کہ کفالت عامہ کے لیے اگر زکاة اور فنی کی آمدنی کافی نہ ہو تو مال دار پر مزید حاصل (ٹیکس) عائد کیے جائیں گے۔

۱۔ ترمذی: کتاب الزکاة

۲۔ البقرہ: ۲۱۹

۳۔ المحلی، ۶/۱۵۸

” وفرض على الاغنياء من أهل كل بلد ان يقوموا بفقرائهم، يجبر
هم السلطان على ذلك، ان لم تقم الزكوات بهم، ولا في سائر
اموال المسلمين بهم، فيقام لهم بهايأكلون من القوت الذي
لا بد منه، ومن اللباس للشتاء والصيف بهشل ذلك، وبمسكن يكتفون
من المطر، والصيف، والشمس وعيون المارة“ ۱

ترجمہ: ہر ملک کے مالدار پر فرض ہے کہ اپنے غریبوں کی کفالت کریں اگر زکوٰۃ کی آمدنی
اور سارے مسلمانوں کی فتنے اس کے لیے کافی نہ ہو تو سلطان ان کو ایسا کرنے پر مجبور
کرے گا۔ ان غریبوں کے لیے اتنے مال کا انتظام کیا جائے گا جس سے وہ بقدر ضرورت
غذا حاصل کر سکیں اور وہ اس طرح جاڑے اور گرمی کا لباس اور ایک ایسا مکان جو انہیں
بارش، گرمی، دھوپ اور راہ گیروں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکے۔

امام شاطبی رحمۃ اللہ نے بھی مزید محاصل عائد کرنے کی حمایت کی ہے اگر ضرورت ہو۔
”امام کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ ضرورت کی حد تک ٹیکس عائد کرے بشرطیکہ
امام عادل ہو۔ مال دار لوگوں پر اتنے محاصل عائد کر دے جس کی آمدنی اس وقت کی ضرورت کے
لیے کافی ہو“ ۲

بیت المال خالی ہونے کی صورت میں فقط و شوائع نے بھی مزید محاصل عائد کرنے کی اجازت
دی ہے ۳

اس موقف کے حامی امام غزالی، امام الرخمی، اور امام الماوردیؒ وغیرہ ہیں ۴
متعدد علماء نے جن میں ممتاز شافعی فقیہ عنوالین بن عبدالسلام بھی شامل ہیں یہ فتویٰ

۱۔ المحلی، ۱۵۶/۶

۲۔ الاعتصام (مطبعة النصار، مصر، ۱۹۱۳ء) ۲/۲۹۵-۲۹۸

۳۔ امام غزالی: المستغنی (مطبعة امیر، بولاق، مصر، ۱۳۲۲ھ) ۱/۳۰۳-۳۰۴

۴۔ الماوردی: الاحکام السلطانیہ، ص ۲۷۶

دیا کہ اگر بیت المال خالی ہو تو مزید محاصل عائد کر کے مال جمع کیا جاسکتا ہے اور اگر بیت المال میں مال موجود ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں بلکہ

”علماء اسلام اس پر متفق ہیں کہ جب مسلمانوں پر زکوٰۃ ادا کر چکنے کے بعد، کوئی ضرورت ان پٹے تو اس کے لیے (مزید) مال صرف کرنا واجب ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ فدیہ ادا کر کے اپنے قیدیوں کو آزاد کرائیں خواہ ایسا کرنے میں ان کا سارا مال خرچ ہو جائے۔“
اسلامی ریاست اس بات کی ذمہ دار ہے کہ اس کے اندر بسنے والوں کی کھل کفالت کرتے بیت المال سے ہر فرد کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کرے۔ ان بنیادی ضروریات میں غذا، لباس، مکان اور علاج لازماً شامل ہیں۔ مثلاً صنعتی کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو عارضی بے روزگاری، مرض، بڑھاپے یا کسی حادثہ کے سبب معذور ہو جانے کی حالت میں کارخانہ یا متعلقہ صنعت سے اتنا امدادی وظیفہ دلوانے کا اصول بنایا جاسکتا ہے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہو۔ اسلامی ریاست کو ایسا نظم قائم کرنا پڑے گا کہ محروم افراد اپنی محرومی کا ثبوت فراہم کرے، باسانی اور بلا تاخیر بیت المال سے بقدر ضرورت مال حاصل کر سکیں اور ریاست کا کوئی باشندہ بھوکا، پیاسا، ننگا، بے ٹھکانہ اور مرض کی حالت میں بے علاج نہ رہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

”من ولّٰہ عزّوجلّ شیئاً من اُمور المسلمین فاحتجب دون حاجتہم

وخلّٰتہم وفقرہم احتجب اللہ تعالیٰ عنہ دون حاجتہ وخلّٰتہ“

قال: فجعل رجلاً علی حوائج الناس،ؑ

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے بعض امور کا نگران بنایا اور وہ ان کی ضروریات اور حاجت مندی اور فقر وفاقہ سے بے پروا ہو کر بیٹھ

۱۔ محمد بن ایاس: تاریخ مصر (بلاق، مصر، ۱۳۱۱ھ) ۱/۹۴ - ۹۵

۲۔ قرطبی: احکام القرآن، ۲/۲۴۲

۳۔ ابوداؤد، کتاب الخراج والقی، ۲/۹۰

رہا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضروریات اور فقر سے بے نیاز ہو گا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے (یہ حدیث سن کر) ایک آدمی کو عوام کی ضروریات (پوری کرنے) پر مقرر کر دیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

”ما من عبد يستريحه الله رعية فلم يحطها بنصيحة لم يجد راحة الجنة“^۱

ترجمہ: جس بندہ کو اللہ نے کسی رعایا کا حکمران بنایا اور اس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی وہ جنت کی خوشبو بھی نہ حاصل کر سکے گا۔ یہ بھی ارشادِ نبویؐ ہے:

”اللہ ورسولہ مولیٰ من لا مولیٰ لہ“^۲

ترجمہ: جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کا نگران (سرپرست) اللہ اور اس کا رسول ہے۔ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترک مالاً فلائہلہ ومن ترک ضیاعاً فالی“^۳

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مال چھوڑ جائے تو وہ مال اس کے اہل (یعنی وارثوں) کے لیے ہے۔ اور جو کسی کو بے ہارا چھوڑ جائے تو اس کی ذمہ داری (کفالت اور مال خرچ کرنا میری ذمہ داری ہے) میرے اوپر ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قادسیہ کی فتح کی خوشخبری سننے کے بعد عوام کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا:

”انی حریص علی ان لا اژی حاجة الاسد دتھا“^۴

^۱ صحیح البخاری، کتاب الأحکام، ۲/۱۵۸

^۲ الترمذی، الباب الفرائض، ص ۳۰۶

^۳ الترمذی (نور محمد، کراچی) ص ۳۴ (باب ما جاء من ترك مالا فلورثته)

^۴ ابن کثیر: البدایۃ (مکتبۃ المعارف، بیروت، ۱۹۷۴ء) ۶/۴۶

ترجمہ : مجھے اس بات کی بڑی فکر رہتی ہے کہ جہاں بھی کوئی ضرورت دیکھوں (کسی کو کوئی حاجت ہو) اسے پورا کروں۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے یہ بھی اعلان فرمایا تھا :

”ومن أراد أن يسأل عن المال فليأتني فإن الله جعلني خازناً وقاسماً“^۱ اے ترجمہ یعنی جو آدمی مال چاہتا ہے وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے (بیت السلیمن کا) خزانچی اور تقسیم کنندہ بنا دیا ہے۔

اسی انداز سے ذمہ داری کا احساس حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کو بھی تھا۔ آپؓ نے اعلان فرمایا تھا :

”وما أحد منكم تبغني حاجة الا حرصت ان أسد من حاجته ما قدرت عليه“^۲

ترجمہ : یعنی تم میں سے کسی کی بھی کسی ضرورت کا علم مجھے ہوگا اس کی ضرورت پوری کرنے کی میں حتی الامکان پوری کوشش کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط سالی اور دیگر مالی پریشانی میں ہمیشہ عامۃ الناس کا باقاعدہ کفالت کا اہتمام فرمایا ہے

اور یوں بھی ارشاد فرمایا :

”اگر دریائے فزات کے کنارے کوئی بکری بھی بے سہارا ہو کر مر جائے تو میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے قیامت کے روز اس کے بارے میں جواب طلب کرے گا“^۳

اسلامی تعلیمات کے اندر کفالت کا تصور صرف اسلامی ریاست کے مسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ غیر مسلم

۱ ابن جوزی : سیرت عمر بن الخطاب ، ص ۱۰۱

۲ ابن عبدالحکم : سیرت عمر بن عبدالعزیز ، ص ۴۱

۳ ابن جوزی : سیرت عمر بن الخطاب ، ص ۷۳

۴ ابن جوزی : سیرت عمر بن الخطاب ، ص ۶۱

رعایا کی کفالت کا ذمہ داری اسلامی ریاست پر ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المال کے نگران کو ہدایت کی تھی کہ ضرورت مند اہل ذمہ کا پتہ لگا کر ان کی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کیا جائے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی ایک سائل سے ملاقات ہوئی جو بوڑھا بصارت سے محروم مہیک مانگ رہا تھا آپؓ نے پوچھا کہ تم کس مذہب کے ہو تو اس نے جواب دیا یہودی ہوں۔ آپؓ نے پوچھا تمہیں کس چیز نے ایسا کرنے پر مجبور کیا؟ اس نے جواب دیا بڑھاپے، ضرورت مندی اور جزیرہ نمیکس کی وجہ سے مہیک مانگ رہا ہوں۔ (راوی) کہتا ہے حضرت عمرؓ اس کے ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور گھر سے اس کو کچھ دیدیا۔ پھر آپؓ نے بیت المال کے خزانچی کو بلوایا اور ان سے کہا۔ اس کا اور اس جیسے دوسرے افراد کا خیال رکھو۔ کیونکہ اللہ کی قسم یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ہم ان کی جوانی میں ان سے (جزیرہ وصول کر کے) کھائیں اور بڑھاپے میں بے بہارا چھوڑیں۔

شام کے سفر میں حضرت عمرؓ کو راستہ میں کچھ عیسائی لے جو جزام میں مبتلا تھے۔ آپؓ نے ان کی معذوری کے پیش نظر ان کے لیے روزنیہ (وظیفہ) جاری کرنے کا حکم دیدیا۔ ان آثار و واقعات کو پیش نظر رکھنے کے بعد معلوم یہ ہوا کہ اسلامی ریاست میں بیت المال کے ذریعہ تمام افراد کی کفالت عین ممکن ہے۔ اسی اسلامی نظام کو نافذ کرنے اور اس کو منظم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ پاکستان کے حکام کو بھی اور عوام کو بھی اسلامی نظام کو کما حقہ نافذ کرنے کی توفیق عطا کریں

پاکستان میں قیام بیت المال

حکومت پاکستان نے بیت المال کی قیام کے سلسلہ میں ایک قانون جس کو قومی اسمبلی کے اکتوبر ۱۹۹۱ء میں منعقدہ اجلاس نے پاس کر لیا ہے۔ پاس شدہ یہ مسودہ قانون میرے پیش نظر ہے۔ اس مسودہ قانون کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مختصر جائزہ پیش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ سے فضل اور توفیق کے لیے دعا گو ہوں۔

بیت المال کے ذرائع آمدنی : اس کی تفصیل مذکورہ مسودہ قانون کے صفحہ ۲ پر ہے بیت المال

کے ذرائع آمدنی میں مختلف ذرائع ہیں جن کی تفصیل گذشتہ صفحات میں بیان کر چکا ہوں۔ ان ذرائع آمدنی میں اوقاف، صدقات اور اموال فاضلہ وغیرہ شامل ہیں۔ لہذا ان ذرائع آمدنی کی بنیاد پر بیت المال کو چلانا درست اور مشروع ہے۔

اسلامی ریاست اپنی ضروریات کے لیے ہمدرد ممالک، افراد اور اداروں سے قرضے اور عطیات لے سکتی ہے۔ فتح مکہ کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مختلف افراد سے بحیثیت مجموعی ایک لاکھ تیس ہزار درہم قرضے لیے تھے آپ نے فتح ہوازن کے بعد یہ رقمیں ادا کر دیں۔ یہاں اسلامی ریاست خیر خواہ غیر مسلموں کے عطیے اس صورت میں قبول کر سکتی ہے کہ جس کے نتیجے میں اسلام اور مسلمانوں کے مصالح کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ممالک کے حکمرانوں کے ہدیے قبول کیے ہیں۔ مصر سے مقوقس نے آپ کے خط کے جواب کے ساتھ کچھ ہدیہ بھی بھیجا تھا جسے آپ نے قبول فرمایا۔ اسی طرح حبشہ کے حکمران نجاشی نے بھی آپ کو تحفہ بھیجا جسے آپ نے قبول فرمایا۔ بل کے صفحہ ۳ پر مصارف بیت المال اور صفحہ ۱۱ پر اس کے اغراض و مقاصد کو بیان کیا گیا ہے۔ انکو پیش نظر رکھ کر ہم اس پر یوں اظہار خیال کر سکتے ہیں اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ہر فرد کی بنیادی ضروریات کا انتظام کرے۔ ان بنیادی ضروریات میں غذا، لباس، مکان اور علاج لازماً شامل ہیں۔

ہر وہ ضرورت بنیادی ہے جس کی تکمیل پر کسی انسان کی زندگی کی بقا کا انحصار ہو۔ شریعت کی کسی نص میں ان ضرورتوں کی صراحت نہیں کی گئی ہے مگر خود یہ اصول نصوص سے ثابت ہے۔ ان چار چیزوں کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ ان کی عدم تکمیل آدمی کی جان کو خطرہ میں ڈال دیتی ہے۔ نصوص پر غور و فکر کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم ان ضرورتوں کی تکمیل اس اصول کا لازمی تقاضا ہے۔ البتہ مخصوص حالات میں، مخصوص افراد کے لیے اسی اصول کے تحت بعض دوسری ضرورتیں بھی یہی نوعیت اختیار کر سکتی ہیں۔

۱۔ بلاذری : انساب الاشراف ، ۱/۳۶۳

۲۔ ابوالقاسم عبدالرحمن : فتوح مصر و اخبارها (بریل لندن ، ۱۹۲۰ء) ص ۴۷

۳۔ ابو عبیدہ : کتاب الأموال (القاهرہ) ص ۲۵۴

اگر بیت المال کے نظام کو حکومت پاکستان منظم کر لے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کا کوئی باشندہ بھوکا، پیاسا، ننگا، بے ٹھکانہ اور مرض کی حالت میں بے علاج نہ رہے گا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جہاں چھوڑ جائے تو وہ مال اس کے اہل عیال (والوں) کے لیے ہے اور جہاں کسی کو بے سہارا چھوڑ جائے تو اس کی رکالت کی ذمہ داری میرے سر ہوگی۔“

ان مذکورہ بنیادی ضروریات کے علاوہ ایک اہم ضرورت عام تعلیم بھی ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت زید بن ثابتؓ نے یہود کی زبان (سریانی) کھنا اور پڑھنا سیکھا تھا۔ صفحہ کی اسلامی درس گاہ میں شریک ہونے والے قرآن کریم اور تعلیمات دین کے ساتھ کھنا پڑھنا بھی سیکھتے تھے چنانچہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے یہاں بعض لوگوں کو کھنا بھی سکھایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچوں کی تعلیم کے لیے معلم مقرر کیے تھے جن کو بیت المال سے تنخواہ دی جاتی تھی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے دیہات کے مسلمانوں کو اسلامی آداب زندگی کی تعلیم دینے کے لیے با تنخواہ معلم مقرر کیے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے طالب علموں کے لیے اور ایسے افراد کے لیے جو اپنے علمی مشاغل کے سبب کسب معاش سے قاصر تھے وظائف بھی مقرر کیے تھے۔

آپ (حضرت عمر بن عبد العزیز) نے شام میں نابینا افراد، فالج یا کسی دوسرے مزمن مرض کے سبب معذور افراد اور بے سہارا یتیم بچوں کی خدمت کے لیے سرکاری طور پر خادم فرائم

۱۔ ترمذی ، الباب الفرائض (باب ما جاء من ترك مالا)

۲۔ ابو داؤد ، کتاب العلم (باب روایت حدیث اہل کتاب)

۳۔ ابو داؤد ، کتاب البیوع (باب فی کسب المعلم)

۴۔ کنز العمال ج ۴

۵۔ ابو عبیدہ : کتاب الاموال ، ص ۲۶۲ - ابن جوزی : سیرۃ عمر بن عبد العزیز ، ص ۷۴

۶۔ ابو عبیدہ : کتاب الاموال ، ص ۲۶۱

کیے تھے بلے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مکہ اور مدینہ کے درمیانی راستہ پر عارضی قیام و طعام کا انتظام کر دیا تھا تاکہ ہنگامی طور پر ضرورت مندوں کی ضرورت پوری ہو جائے۔
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمان کی روشنی میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ بیت المال سے مفروض افراد کو ادائے قرض کے لیے مالی امداد دی جائے۔
بعض آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر شہہ افراد کو شادی کرنے کے لیے بیت المال سے مالی امداد دی جاتی تھی چنانچہ ایک حکم نامہ والی کوفہ زید بن عبدالرحمن کو بھیجا تھا جس میں کہا تھا کہ بیت المال کے فاضل مال میں سے ایسے لوگوں کی مدد کی جائے جنہوں نے شادی کی ہو اور ان کے پاس نقد نہ ہو۔
ان دلائل کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ محروم اہل حیات کی حاجت روائی کا اہتمام کرے۔ بعض بنیادی ضروریات کی تکمیل لازمی ہے مگر حتی الامکان دوسری اہم ضروریات کی طرف بھی توجہ کی جانی چاہیے۔
اسلام کے بڑے بڑے فقہاء اور مفکرین کی جماعت نے اس کی واضح الفاظ میں صراحت کی ہے۔ ان میں ابو یعلیٰ، المالودمی، ابن حزم اور امام غزالی وغیرہ ہیں۔

ضرورت مند کو پرکھنے کے لیے کیا کیا انتظامات ہوں تاکہ کوئی غیر مستحق فرد ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اس کے سدباب کے لیے حکومت پاکستان پر ضروری ہے کہ وہ اخلاقی تربیت، رائے عامہ کے دباؤ اور تعزیری سزائوں سے اس کا تدارک کرے۔ قابل کار افراد کو ان کی ضروریات کی تکمیل کے پہلو بہ پہلو کام کرنے پر بھی مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اس بات کا لحاظ رکھا جاسکتا ہے کہ بغیر محنت کیے ہوئے محض ریاست کی مدد کے ذریعہ فرد کو جرمیاء زندگی میں آسکتا ہو وہ اس معیار سے فروتر ہو جو خود کسب معاش کے ذریعہ

۱۔ ابن جوزی : سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ، ص ۱۵۳ - ۱۵۵

۲۔ ابن سعد : طبقات ، ۳ / ۲۸۵

۳۔ ابو عبیدہ : کتاب الاموال (القاهرہ) ص ۲۵۱

۴۔ ابو عبیدہ : کتاب الاموال ، ص ۲۵۱

حاصل کیا جاسکتا ہے ایسی نفسیاتی، معاشی اور قانونی تدابیر ممکن ہیں جن کے ذریعہ مذکورہ بالا خرابیوں (بے کاری، آرام طلبی وغیرہ) کا اثر ہی حد تک سدباب کیا جاسکتا ہے خود عام انسانوں کی طبیعت ایسی نہیں ہوتی کہ وہ فقر اور آمد و طلبی کی زندگی کو دیدہ و دانستہ اس بات پر ترجیح دیں کہ اپنی روزی اور اپنی قوت بازو سے حاصل کی جائے۔ لیکن اس حقیقت اور سہ طرح کی تدابیر کے باوجود اگر معاشرہ میں کچھ افراد ان انتظامات (نظام بیت المال) سے بے جا فائدہ اٹھاتے رہیں تو یہ خرابی اس عظیم خرابی کے مقابلہ میں بہت معمولی ہے جو اس طرح کا انتظام نہ کرنے کے نتیجہ میں رونما ہوتی ہے۔ یعنی بہت سے افراد بنیادی ضروریات کی عدم تکمیل، اس کے نتیجہ میں اموات اور اس صورت حال سے پیدا ہونے والی نفسیاتی الجھنیں، اخلاقی مفاسد اور روحانی اضمحلال اور انحلال۔

بیت المال کی اس مد سے غیر مسلموں کی کفالت بھی جائز ہے یعنی بلا امتیاز جنس، ذات، مسلک یا نسل۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام کے سفر میں تھے راستہ میں کچھ عیسائی ملے جو حرام میں مبتلا تھے آپؓ نے ان کے لیے روزینہ جاری کرنے کا حکم دے دیا۔
غیر مسلم رعایا کی ضروریات کی تکمیل کا یہ ہتمام صرف حضرت عمرؓ کی مشفقت کا نتیجہ نہ تھا بلکہ ابتدا ہی سے اسلامی ریاست کی معاشی پالیسی کا ایک اہم اصول تھا۔ نبی پاکؐ نے اہل حیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے جو کہا تھا اس میں اس کی صراحت موجود ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں جب اہل حیرہ کے ساتھ، جو عیسائی تھے معاہدہ کیا تو اس میں یہ دفعہ بھی رکھی کہ ”میں نے یہ ان کا حق قرار دیا ہے کہ ایسا بوڑھا آدمی جو محنت کرنے سے معذور ہو جائے یا جس پر کوئی مرض یا مصیبت آ پڑے یا جو آدمی پہلے مال دار رہا ہو اور اب ایسا غریب ہو جائے کہ اس کے ہم مذہب اس کو خیرات دینے لگیں اس کا جزیرہ (ٹیکس) ساقط کر دیا جائے گا اور اس کی اور اس کے اہل عیال کی کفالت مسلمانوں کے بیت المال سے کی جائے گی۔“

۱۔ نجات اللہ صدیقی : اسلام کا نظریہ ملکیت ، ۱۲۲/۲

۲۔ بلا ذری : فتوح البلدان ، ص ۱۳۵

۳۔ ابو عبیدہ : کتاب الاموال ، ص ۲۰۲

۴۔ ابو یوسف : کتاب الخراج ، ص ۱۷۲

مسودہ بل کے باب چہارم صفحہ ۴ پر چیئر مین (امین) اور اراکین کے عہدے کی شرائط بیان کیا گیا ہے۔ ان شروط کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ اس میں علماء فقہاء اور اسلامی قانون میں مہارت رکھنے والے اشخاص کے علاوہ باقی افراد کو شامل نہ کیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھ کر اس نظام کو چلانا ہے بے شک منتخب نمائند گاؤں اور سماجی کارکنوں میں سے اگر ماہر شریعت و ماہر حسابات میرا جائیں تو ان کو ضرور ان عہدوں پر فائز کیا جائے۔

اسی موقف کی تائید کے لیے ہمارے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل بطور دلیل موجود ہے۔ جب حضرت عمر فاروقؓ نے باقاعدہ بیت المال کی بنیاد ڈالی اور سب سے پہلے مدینہ منورہ میں بیت المال قائم کیا تو اس کی نگرانی کے لیے عبد اللہ بن ارقمؓ کو منتخب کیا جو ایک معزز صحابی تھے ان کی امانت کا یہ حال تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مختلف لوگوں کو خطوط لکھواتے اور مہر بھی ثبت کرواتے اور دوبارہ ملاحظہ نہیں فرماتے بلکہ ان پر اعتماد کرتے آپؐ کا تبیین وحی میں شامل تھے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو امین (خازن) بیت المال کی حیثیت سے معقول رقم کی پیش کش کی مگر آپؐ نے قبول نہیں کیا بلکہ

لہذا امین اور دیگر ارکان بیت المال کا شرعی امور خصوصاً مالیات کے معاملہ میں ماہر ہونا اور مخلص و دیانتدار ہونا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَوَدُّواْ الْاٰمَنَاتِ اِلٰی اٰهْلِهَا)

ترجمہ: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچاؤ۔

اسی آیت کریمہ میں ہر قسم کے ذمہ کو اس کے اہل کے سپرد کرنے کا حکم دیا ہے۔ بخاری و مسلم میں فرمان نبویؐ ہے جس میں امانت میں خیانت کو نفاق کی ایک خصلت قرار دیا ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اونٹ کا ایک بال اپنی دو انگلیوں کے درمیان لے کر فرمایا: ”لوگو! اللہ کی قسم تمہارے فتنے میں سے میرے لیے یہ بال بھی نہیں بجز غنیمت کے، یا بچوں حصہ کے“

لے ابن جریر عسقلانی: الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، (مصر- ۱۳۲۸ھ) ۲/۲۷۳-۲۷۴

تاریخ ابن خلدون، ۱۴۷/۴ - ۱۴۸

لے النسارۃ ۴ : ۵۸

خلافت میں مشاہرہ کے طور پر جو کچھ لیا ہے اس کا حساب لگا کر اتنی رقم ان کے ترکہ میں سے بیت المال میں داخل کر دی جائے گی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی ضروریات اپنے ذاتی مال سے ہی پوری کیں۔
حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اُس سالانہ وظیفہ کے علاوہ جو فنے کے مال میں سے دوسرے مسلمانوں کی طرح ان کو بھی ملتا تھا، بیت المال سے اپنی خدمت کے عوض کوئی مشاہرہ نہیں لیا۔
مسودہ قانون کے باب دہم صفحہ ۸ پر حساب اور محاسبہ کے عنوان سے تفصیل دی گئی ہے اس کو پیش نظر رکھ کر اسلام میں نظام احتساب کی اہمیت اور طریق کار کے بارے میں کچھ عرض کروں گا۔
خلفائے راشدین کے دور میں مدت آمدنی بیت المال کے آفیسروں کا نہایت سختی سے محاسبہ کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احتساب کا ایک مستقل محکمہ قائم کر دیا تھا۔ سختی کے ساتھ آمدنی و خرچ کا حساب رکھوایا جاتا۔۔۔۔۔ اس طرح عمال کی تعیناتی کے وقت ان کے مال و اسباب (جائداد) کی ایک فہرست تیار کر لی جاتی۔ واپسی پر اگر کسی کا سامان فہرست میں درج شدہ چیزوں سے زیادہ نکلتا تو باقاعدہ باز پرس ہوتی اور زائد مال ضبط کر کے ”بیت المال“ میں داخل کر دیا جاتا۔
اگر کوئی عامل قصور وار ہوتا تو اسے مجمع عام میں سرزنش کی جاتی اور عہدہ سے معزول کر دیا جاتا۔
کہا جاتا ہے کہ بجز ابو عبیدہؓ اور امیر معاویہؓ کے کوئی عامل بھی حضرت عمرؓ کے باز پرس سے محفوظ نہ رہا۔
حضرت ابو ہریرہؓ کو حضرت عمرؓ نے بھین کا عامل مقرر کیا تھا جب وہ وہاں سے آئے تو سرکاری مال کے علاوہ دس ہزار خود اپنا مال بھی ساتھ لائے۔ حضرت عمرؓ نے جواب طلبی کے بعد ان کا مال ضبط کر لیا۔ اسی طرح آپؐ نے حضرت عمرو بن العاص اور سعد بن ابی وقاص کا

۱ تاریخ طبری، ص ۲۱۴۳

۲ ”، ص ۲۹۵۳

۳ ابن عبدالحکم: سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۴۳

۴ حمید الدین: تاریخ اسلام (فیروز سنسر - ۱۹۵۲ء - لاہور) ص ۱۱۸

۵ ابو عبیدہ: کتاب الاموال (قاہرہ - ۱۳۹۵ھ) ص ۳۴۲ - ۳۴۳

آدھا مال بھی ضبط کر لیا ہے

حضرت عمرؓ نے عقبہ بن ابی سفیان کو کتناہ کا عامل مقرر کیا تھا جب واپس آئے تو ذاتی مال بھی ساتھ لائے جس کے بارے میں ان کا دعویٰ تھا کہ انہوں نے تجارت کی ہے حضرت عمرؓ نے ان کا سارا مال بیت المال میں داخل کر لیا ہے

لہذا معلوم ہوا کہ بیت المال کا مال اللہ اور مسلمانوں کا مال ہے اور کسی کو اس پر مالکانہ تصرف حاصل نہیں اور مسلمانوں کو اس پر محاربرہ کا پورا حق ہے۔

- ۱۔ ابن عبد الحکم : فتوح مصر، ص ۱۴۸. کتاب الاموال : ص ۳۴۲
- ۲۔ الطبری : تاریخ و ، ص ۲۷۶
- ۳۔ مودودی : معاشیات اسلام (لاہور، ۱۹۸۲ء) ص ۳۹۱

بیت المال سے متعلق چند اہم مراجع

نام کتاب عربی کتب	مؤلف	مکان و تاریخ طبع
۱۔ الاحکام السلطانیہ والولايات الدینیۃ	ابو الحسن الماوردی	مصطفی البانی - القاہرہ - ۱۳۲۸ھ
۲۔ " "	قاضی البیہقی	مصر
۳۔ السیاسۃ الشرعیۃ	تقی الدین ابن تیمیہ	والفکر - بیروت - ۱۳۷۸ھ
۴۔ " "	عبدالوہاب خلاف	مطبع سلفیہ - قاہرہ - ۱۳۵۰ھ
۵۔ الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ	شمس الدین ابن قیم الجوزیہ	مصر - ۱۳۱۷ھ
۶۔ کتاب الأموال	ابو عبیدہ القاسم بن سلام	المکتبۃ التجاریۃ - القاہرہ - ۱۳۵۳ھ
۷۔ کتاب الحراج	قاضی ابویوسف	مطبع سلفیہ - قاہرہ - ۳۵۲ھ
۸۔ " "	یحییٰ بن آدم القرشی	القاہرہ

اردو کتب و مقالات

۹۔ اسلام کا نظام بیت المال	مولانا محمد بخش مسلم	مکتبہ خاور - لاہور - ۱۹۷۲ء
۱۰۔ اسلام کا نظام مالیات	ڈاکٹر نور محمد غفاری	مکتبہ نعمانیہ - ڈیرہ اسماعیل خان
۱۱۔ اسلام کا نظریہ ملکیت جلد I-II	ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۸۹ء
۱۲۔ اسلامی ریاست کا مالیاتی نظام	رفیع اللہ شہاب	اسلام آباد - ۱۹۷۳ء
۱۳۔ اسلام میں بیت المال کی تاریخ	شہناز انور	شعبہ اسلامیات - نمبر لاہور ۱۹/۶
مقالہ ایم اے اسلامیات		
جامعہ پنجاب - ۱۹۷۰ء		
۱۴۔ اسلامی بیت المال کا دائرہ کار	ناصر پروین	نمبر ۱۹۶۵ / ۳۰
مقالہ ایم اے اسلامیات - ۱۹۶۵ء		

وصلی اللہ علی النبی وآلہ وسلم